مولانا محمد علی جانباز

روزہ اور تقویٰ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ البقرۃ: ۱۸۳

یوں تو اسلام تقویٰ اور پرہیزگاری کا علمبردار ہے تاہم انسان سے گناہ کا سرزد ہوجانا اس کی عادت سے بعید نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنا رحم و کرم فرماتے ہوئے کچھ ایسے امور مقرر کر دیے ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ انہیں امور میں سے ماہِ رمضان المبارک کے روزے ہیں۔ روزوں کی باقاعدہ ادائیگی سے انسان میں تقوے اور پرہیزگاری کی رُوح پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا روزہ دار یقیناً "لعلکم تتقون" کا مصداق بن جاتا ہے۔

انسان کی کامیابی و فلاح تقوے پر موقوف ہے، تقوے سے نجات ہوگی۔ جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا خلاصہ تقویٰ ہے۔ اسلام کی ہر تعلیم کا مقصد ہر عمل کے قالب میں تقوے کی روح پیدا کرنا ہے۔ اس لیے تقوے کے فضائل، تقویٰ کی حقیقت، تقویٰ کے لغوی و شرعی معانی، تقوی کے فوائد و منافع کا علم ہر انسان کے لیے ضروری ہے تاکہ اس کو اس کی طرف رغبت پیدا ہو۔ اس لیے روزہ کے باقی فوائد ذکر کرنے سے قبل تقویٰ کی حقیقت اور اس کی فضیلت اور اس کے مراتب و درجات کتاب و سنت کی روشنی میں کسی قدر بیان کیے جاتے ہیں۔

تقویٰ کی حقیقت کیا ہے؟

تقویٰ اصل میں "وقویٰ" ہے۔ عربی زبان میں اس کے لغوی معنیٰ "بچنے، پرہیز اور لحاظ کرنے" کے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں "یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ حاضر و ناظر

ہونے کا یقین پیدا کرکے دل میں خیر و شر کی تمیز ——— اور خیر کی طرف رغبت اور شر سے نفرت پیدا کر دیتی ہے۔" دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات کہ تقویٰ اصل میں دل کی اس کیفیت کا نام ہے۔ قرآن پاک کی اس آیت سے ظاہر ہے جو ارکانِ حج کے بیان میں ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ [1]

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نامزد چیزوں کی تعظیم کرتا ہے سو یہ دل کی پرہیزگاری ہے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تقویٰ کا تعلق دل سے ہے اور وہ سلبی کیفیت (اجتناب) کے بجائے ایجابی اور ثبوتی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے اور وہ خیر کی طرف دلوں میں تحریک پیدا کرتا ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم سے ان کو معمور کرتا ہے۔

ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ [2]

بے شک جو لوگ اپنی آواز اللہ کے رسول کے آگے پست رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے۔ ان کے لیے معافی ہے اور اجرِ عظیم ہے۔

تقویٰ کو قلب کی چیز قرار دینے سے قرآن مجید کا منشا اخلاص، یقین اور اعتماد علی اللہ، اس کے عذاب کا خوف، اس کی ناخوشی کا اندیشہ اور اس کی رضا و خوشنودی کی اہمیت بتانا ہے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى [3]

اور اس آگ سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہو جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے کہ یہی اس کا مقصود ہے اس کے ذمے کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کے دینے سے اس کا بدلہ اتارنا مقصود ہو اور عنقریب وہ خوش ہو جائے گا۔

---

[1] الحج پ۱۷ [2] الحجرات پ۲۶ [3] اللیل پ۳۰۔

دل کو جب تقویٰ کے لیے مرکز قرار دیا گیا ہے تو اس کا الہام بھی دل میں ہی ہوتا ہے۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ؎۱ پھر اس کو اس کی بدی اور نیکی سمجھائی۔

فجور تو ظاہر ہے کہ گناہگاری اور نافرمانیوں کی جڑ ہے۔ ٹھیک اسی طرح تقویٰ تمام نیکیوں کی بنیاد اور اصل الاصول ہے اور دونوں بندہ کو فطرۃً ودیعت ہیں۔ اب بندہ اپنے عمل اور کوشش سے ایک کو چھوڑتا ہے اور دوسرے کو اختیار کرتا ہے مگر دونوں الہام ربانی ہیں۔ الہام کا مرکز دل ہے تو تقویٰ بھی دل میں ہوا اور دل تمام اعضاء و جوارح کا بادشاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر — تمام عقائد و اعمال، معاملات و اخلاق میں دل پر ہے حدیث میں آتا ہے:

ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اموالکم و لکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم — اللہ تعالیٰ کی نظر تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں پر نہیں ہے، اس کی نظر تو تمہارے دلوں اور اعمال پر ہے۔

جب تمام اعمال اور عقائد کا دار و مدار دل پر ہی ہے تو دل کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

الا و ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب ؎۲ — خبردار رہو کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو گیا تو تمام جسم درست ہو گیا اور اگر وہ بگڑ گیا تو تمام جسم بگڑ گیا اور وہ ٹکڑا دل ہے۔

پس دل کی اصلاح یہ ہے کہ اس میں تقویٰ پیدا کیا جائے۔ جب دل میں تقویٰ ہو گا تو تمام اعمال درست ہو جائیں گے۔ صحابہ کرامؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا:

التقوی ھھنا ویشیر الی صدرہ — تقویٰ یہاں ہے اور آپ کا اشارہ قلب کی طرف تھا

آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ دین میں جو چیز مطلوب ہے وہ صرف اعمال کی ظاہری صورتیں اور شکلیں نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ خدا ترسی، اخلاص و للہیت بھی مطلوب ہے۔ حقیقی نیکی وہ ہے جو ظواہر سے گذر کر قلب کی گہرائیوں میں اتر جائے۔ عبادت ہو، اخلاص ہو یا خدا کے قانون کی اطاعت ہو۔ صرف ادائیگیٔ فرض یا ظاہری پابندی اور خانہ پری مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہر کام خالصۃً خدا کی

؎۱ الشمس پ۳۰ ؎۲ بخاری

خوشنودی کے لیے کیا جائے۔ روزہ سے بھی یہی چیز حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک مخفی خاموش عبادت ہے جو ریا اور نمائش سے بری ہے جب تک خود انسان اس کا اظہار نہ کرے دوسروں پر اس کا راز افشاء نہیں ہو سکتا اور یہی چیز تمام عبادات کی جڑ اور اخلاص کی بنیاد ہے۔

مدارج تقویٰ

روزہ رکھنے سے جب دل میں تقویٰ پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا اثر انسان کے جملہ حرکات و سکنات اور اعمال و اقوال میں پیدا ہوگا:

عبادات: عبادات میں تقویٰ یہ ہے کہ فرائضِ الٰہی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ چھوڑنے سے اجتناب کیا جائے۔

اعتقادات: اعتقادات میں تقوےٰ یہ ہے کہ شرک و کفر و بدعت سے بچا جائے۔

معاملات: غیروں کو نقصان نہ پہنچائے اور ان سے بد دیانتی نہ کرے۔ اپنے آپ کو بچائے۔

معاشرت: اپنے آپ کو مخلوقِ خدا کے حقوق کی حق تلفی سے دور رکھے۔

تمدن: مشابہتِ کفار سے بچے۔

اقتصادیات: اسراف، تبذیر، فضول خرچی سے پرہیز کرے۔

سیاسیات: امیرِ شریعت کی نافرمانی اور عدوان سے بچے۔

اکل و شرب: کھانے پینے میں حرام اور مشتبہات سے دور رہے۔

ان مذکورہ مدارج کی طرف قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ میں صریح بیانات اور واضح ارشادات موجود ہیں مثلاً:

اتق المحارم تکن اعبد الناس — محارم سے بچو۔ لوگوں میں سب سے بڑے عابد ہو جاؤ گے

ایک حدیث میں یوں آتا ہے:

ان الحلال بین و الحرام بین و بینهما مشتبهات لا یعلمها کثیر من الناس فمن اتقى المشتبهات استبرء لدینه و عرضه و من — بے شک حلال اور حرام دونوں واضح ہیں اور ان دونوں کے درمیان کچھ غیر واضح چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی اور جو مشتبہات

وقع فی المشتبھات کراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یواقعه[1] ....

میں پڑ گیا تو اس کا حال اس چرواہے کی طرح ہے جو چراگاہ کے پاس ہی اپنا گلہ چرا رہا ہے۔ عین ممکن ہے کہ چراگاہ کے اندر اس کا گلہ چلا جائے۔ سنو! ہر بادشاہ کی اپنی مخصوص چراگاہیں ہوتی ہیں۔ سنو! زمین میں خدا کی ممنوعہ چراگاہ اس کے محارم ہیں۔

یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ[2]

یہ اللہ کی حدود ہیں۔ خبردار! ان کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کو بصراحت بیان کرتا ہے۔ توقع ہے کہ وہ غلط روی سے بچیں گے۔

حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے:

لا یبلغ العبد حقیقة التقوی حتّٰی یدع ماحاك فی الصدر

بندہ تقویٰ کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک کہ اسے بھی نہ چھوڑ دے جو دل میں کھٹکے۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا یبلغ ان یکون من المتقین حتّٰی یدع مالا باس به حذرا مما به باس[3]

بندہ پرہیزگاروں میں اس وقت تک شمار نہیں ہوتا جب تک اس اندیشہ سے کہ کہیں اس سے کوئی غلط کام سرزد ہو جائے اس چیز سے بھی دور نہ رہے جس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وابصہؓ بن معبد بیان فرماتے ہیں کہ

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اے وابصہ! تم نیکی اور گناہ کی حقیقت پوچھنے آئے ہو؟" میں نے عرض کیا، ہاں! یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اپنا پنجہ برابر کیا اور اس کو میرے سینے پر مارا اور فرمایا "اپنے نفس سے پوچھو اور اپنے دل سے سوال کرو"۔ تین دفعہ یہ فرمایا کہ "تقوی وہ ہے جس پر تمہارا دل مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جو دل کو کھٹکے اگرچہ

---

[1] بخاری [2] البقرہ پ۲ [3] ریاض الصالحین بحوالہ ترمذی۔

لوگوں نے اس کے جواز کا فتوےٰ دے دیا ہو" لہ

تقوےٰ کی بہترین تفسیر جو میری نظر سے گذری ہے وہ ہے جو حضرت ابی بن کعبؓ نے بیان کی:

"حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا "تقوےٰ کسے کہتے ہیں"؟ انہوں نے عرض کیا" امیر المومنین آپ کو کبھی کسی ایسے راستے سے گذرنے کا اتفاق ہوا ہے؟ جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں اور راستہ تنگ ہو" حضرت عمرؓ نے فرمایا، "بارہا" انہوں نے پوچھا "تو ایسے موقع پر آپ کیا کرتے ہیں؟" حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں اپنا دامن سمیٹ لیتا ہوں اور بچتا ہوا چلتا ہوں کہ دامن کانٹوں میں نہ الجھ جائے" حضرت ابیؓ نے کہا: بس اسی کا نام تقوےٰ ہے"

زندگی کا یہ راستہ جس پر انسان سفر کر رہا ہے۔ دونوں طرف افراط و تفریط، خواہشات اور میلانات نفس اور ترغیبات، گمراہیوں اور نافرمانیوں کی خاردار جھاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس راستہ پر کانٹوں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے چلنا اور اطاعتِ حق کی راہ سے ہٹ کر بداندیشی و بدکرداری کی جھاڑیوں میں نہ الجھنا، یہی تقویٰ ہے اور یہی تقوےٰ پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ نے روزے فرض کیے ہیں یہ ایک مقوی دوا ہے جس کے اندر خدا ترسی و راست روی کی قوت بخشنے کی خاصیت ہے مگر فی الواقع اس سے یہ قوت حاصل کرنا انسان کی اپنی استعداد پر موقوف ہے۔ اگر آدمی روزے کے مقصد کو سمجھے اور جو قوت روزہ دیتا ہے اس کو لینے کے لیے تیار ہو اور روزہ کی مدد سے اپنے اندر خوفِ خدا اور اطاعتِ امر کی صفت کو نشوونما دینے کی کوشش کرے تو یہ چیز اس میں اتنا تقوےٰ پیدا کر سکتی ہے کہ صرف رمضان ہی نہیں بلکہ اس کے بعد بھی سال کے باقی گیارہ مہینوں میں وہ زندگی کی سیدھی شاہراہ پر دونوں طرف خاردار جھاڑیوں سے دامن بچائے ہوئے چل سکتا ہے۔ اس صورت میں اس کے لیے روزے کے نتائج (ثواب) اور منافع (اجر) کی کوئی انتہا نہیں لیکن اگر وہ اصل مقصد سے غافل ہو کر محض روزہ نہ توڑنے ہی کو روزہ رکھنا سمجھے اور تقویٰ کی صفت حاصل کرنے کی طرف توجہ ہی نہ کرے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے نامۂ اعمال میں بھوک، پیاس اور رت جگے کے سوا اور کچھ نہیں پا سکتا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی سبع مائۃ ضعف — آدمی کا ہر عمل خدا کے ہاں کچھ نہ کچھ بڑھتا ہے ایک نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک پھلتی پھولتی ہے۔

لہ مسند احمد، دارمی۔

قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی — مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ مستثنیٰ ہے وہ میری
و انا اجزی بہ — مرضی پر موقوف ہے جتنا چاہوں اس کا بدلہ دوں۔

یعنی روزے کے معاملہ میں بالیدگی وافزونی کا امکان بے حد وحساب ہے۔ آدمی اس سے تقویٰ حاصل کرنے کی جتنی کوشش کرے اتنا ہی وہ بڑھ سکتا ہے۔ صفر کے درجہ سے لے کر اوپر لاکھوں، کروڑوں، اربوں گنے تک وہ جا سکتا ہے بلکہ بلا نہایت وہ ترقی کر سکتا ہے۔ پس یہ معاملہ چونکہ آدمی کی اپنی استعداد اخذ وقبول پر منحصر ہے کہ روزہ سے تقویٰ حاصل کرے یا نہ کرے اور کرے تو کس حد تک کرے۔ اس وجہ سے آیت مذکورہ بالا میں یہ نہیں فرمایا کہ روزہ رکھنے سے تم یقیناً متقی بن جاؤ گے بلکہ "لعلکم" کا لفظ فرمایا۔ جس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ "توقع کی جاتی ہے" یا "ممکن ہے" کہ اس ذریعہ سے تم متقی بن جاؤ۔

نقوشِ ابوالوفاء
جلد اول

مؤلفہ: مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے نصف صدی تک اسلام کی وہ خدمات جلیلہ سرانجام دی ہیں کہ جس کی نظیر برصغیر کی تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ آپ نے برصغیر میں تمام مسلم دشمن طاقتوں اور مسلمانوں میں جنم لینے والے فتنوں کا اس خوش اسلوبی وعمدگی سے مقابلہ کیا کہ آپ کے مخالف بھی آپ کی عظمت وبزرگی کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ اس سلسلہ میں آپ کی خدمات کسی ایک میدان تک محدود نہ تھیں بلکہ تالیف وتصنیف، درس وتدریس اور تقریر ومناظرات کے تمام میدانوں میں آپ نے تاریخی کارنامے سرانجام دیئے۔

برصغیر کے نامور اہل حدیث مؤرخ مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی نے انہیں معرکہ آرائیوں کی داستان نقوش ابوالوفاء میں قلم بند کر دی ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ مضبوط جلد۔ عمدہ گرد پوش۔ سفید کاغذ صفحات ۳۲۵۔ قیمت مجلد ۵ روپے ہے اہلحدیث مکتبہ سے دستیاب ہے۔

ادارہ ترجمان السنۃ ۷۔ ایبک روڈ انارکلی لاہور